© rasailojaraid.com



# قرآن کے تحفظ پر ایک تاریخی نظر

از جناب مولوی غلام ربانی صاحب ایم۔اے (عثمانیہ)

(۴)

ایک بڑے فتنہ کا سدباب | بنی اُمیہ نے اسلامی حکومت پر قبضہ کرکے جب خلافت کو سلطنت کی شکل میں بدل دیا اور روم و ایران کے حکمرانوں کو نمونہ بنا کر حکومت کرنے لگے تو مسلمانوں میں قدرتاً جیسا کہ چاہیئے تھا بے چینی پیدا ہوئی اور اس نے ایک عام کشمکش کی شکل حکومت اور عوام کے درمیان پیدا کردی اس کشمکش کے دبانے کے سلسلے میں جو بے پناہ مظالم بنی اُمیہ کے حکمرانوں کی طرف سے مسلمانوں پر توڑے گئے ان کے لئے صرف ایک حجاج ہی کا نام کافی ہوسکتا ہے جس نے ایک لاکھ سے اوپر مسلمانوں کو صبر آدسامنے باندھ کر) قتل کروایا۔ اسی کشمکش کے سلسلہ میں لعنت وملامت کا قصہ جب دراز ہوا تو بنی اُمیہ سے آگے بڑھ کر بعض خفیف العقل گرم مزاج لوگوں کی زبانیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی کھلنے لگیں کیونکہ بنی اُمیہ والے آپ کے نام اور خاندانی تعلق سے ناجائز نفع اُٹھاتے تھے مسلمانوں پر احسان جتلاتے تھے کہ ہمارے خاندان ہی نے تمہارے قرآن کو محفوظ کردیا ورنہ تمہارے مذہب کی بنیاد ہی ختم ہوجاتی اور اشارہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت کی اسی قرآنی خدمت کی طرف تھا۔

عبدالملک ابن مروان برسرمنبر مسلمانوں سے کہتا

علیکم بمصحف امامکم المظلوم[۵] | مسلمانو! اپنے مظلوم امام وخلیفہ (یعنی عثمان) کے

---

[۵] طبقات ابن سعد ذکر عبدالملک ۱۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مصحف کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو

ظاہر ہے کہ قرآن جو نہ بے چارے حضرت عثمان پر نازل ہوا تھا نہ انھوں نے اس کو ابتداءً لکھوایا تھا حتیٰ کہ ایک جلد میں تمام سورتوں کو مجلد کرانے کا کام بھی ان کی حکومت کی طرف سے نہیں انجام پایا تھا البتہ آخر میں بجائے مختلف لہجوں کے کتابت کی حد تک مسلمانوں کو ایک ہی نسخہ پر جمع کرنے کا انتظام اپنی حکومت کی طرف سے کر دیا تھا محض اس لئے اس قرآن کو جس کو اللہ نے نازل کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا امام مظلوم کا مصحف اور قرآن قرار دینا مسلمانوں کو یہ بہم کر دینے کے لئے کافی تھا ردعمل آخر اس کا اس شکل میں ہوا کہ حضرت عثمان کی قرآنی خدمت کی اہمیت لوگ گھٹانے لگے اور فریق مخالفت میں جو زیادہ تند خو، گرم مزاج تھے وہ حضرت عثمان پر اُلٹ کر طرح طرح کے الزامات بھی تھوپنے لگے اور جو قرآن خالقِ عالم کی طرف سے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سارے جہان کے انسانوں کے لئے اُترا تھا اس کا نام ہی ان لوگوں نے "بیاضِ عثمانی" العیاذ باللہ رکھ دیا اور سچ پوچھئے تو بنی اُمیہ کے اسی طرزِ عمل کی مخالفت میں بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے مسلمانوں میں بعض جعلی بے سر و پا روایتیں خود ہی گھڑ گھڑ کر پھیلا دیں اور ان میں جو چالاک تھے جانتے تھے کہ جعلی روایتوں کا پردہ چاک ہو جائے گا انھوں نے بعض صحیح اور ثابت روایتوں کو غلط مقصد کے لئے استعمال کیا ان لوگوں کی یہ دوسری تدبیر زیادہ کارگر ثابت ہوئی اچھے اچھے لوگ ان مغالطوں کے شکار ہو گئے میں چاہتا ہوں کہ ان روایتوں پر ایک اجمالی تبصرہ کر دوں۔

سہولت کے لئے روایات کے اس ذخیرہ کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے ایک حصہ تو صرف خود تراشیدہ فرضی روایات کا ہے ہم ان کی تعبیر مضحکات سے کریں گے کیونکہ ان کو سن کر کوئی شخص اپنی ہنسی مشکل ہی سے ضبط کر سکتا ہے اور جن صحیح روایات سے ناجائز نفع اٹھاتے ہوئے مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی۔ ان کو ہم "مغالطات" کے عنوان کے نیچے درج کریں گے۔



© rasailojaraid.com

منسوب کات(۱) کہا جاتا ہے کہ قرآنی آیت "قفوهم انهم مسئولون" کے آخر میں "عن ولایۃ علی" کے الفاظ تھے جنہیں عہدِ عثمانی میں قصداً قرآن سے خارج کر دیا گیا یعنی قرآن میں یہ لکھا ہوا تھا کہ میدانِ حشر میں لوگوں کو کھڑا کر کے علی کی ولایت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

۲۔ اسی طرح کوئی صاحب محمد بن جہم الہلالی تھے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے انھوں نے یہ مشہور کیا کہ قرآنی آیت "امۃ ھی اربیٰ من امۃ" میں تحریف کی گئی ہے اصلی الفاظ "ائمتنا ھی ازکی من ائمتکم"(۱) تھے۔

۳۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ قرآن میں قبیلہ قریش کے ستر نام بقید نسب موجود تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب کو ساقط فرما دیا۔

۴۔ اسی طرح "کفی اللہ المؤمنین القتال" کی آیت میں کہتے ہیں کہ علی ابن طالب کے الفاظ بھی تھے(۲)۔ اسی قسم کی بیسیوں خرافات اس طبقہ کی طرف سے پھیلائی گئیں اگر مسلمانوں کے پاس روایتوں کے جانچنے کا خاص طریقہ راویوں کی تحقیق کے متعلق نہ ہوتا تو ان جھوٹی قطعاً جعلی روایتوں کے متعلق بے بنیاد اور محض گپ ہونے کا فیصلہ آسان نہ ہوتا ان لوگوں نے حد کر دی کہ الفاظ ہی نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ سورہ ولایت کے نام سے ایک مستقل سورت ہی قرآن میں تھی جس میں اہل بیت کے اسماء اور ان کے حقوق وغیرہ کا تفصیلی ذکر تھا حضرت عثمان نے اس پوری سورت ہی کو حذف کر دیا بہرحال اسی شیعی عالم نے جس کا پہلے بھی میں نے ذکر کیا ہے یعنی علامہ طبرسی نے ان ساری گپوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

---

(۱) ہمارے بنی ہاشم کے ائمہ و حکمران بنی اُمیہ کے حکمرانوں سے بہتر ہیں ۱۲ (۲) جس کا مطلب یہ ہوا کہ جنگ کے لئے خدا اور علی مسلمانوں کی طرف سے کافی ہو گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



الزیادۃ فی القرآن مجمع علیہ علی بطلانہا
واما النقصان نقلہ رزی عن قوم
من اصحابنا وعن قوم من حشویۃ العامۃ
والصحیح خلاف ذلک
اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ

قرآن میں غیر قرآنی عنصر کا اضافہ یہ مسئلہ تو اجماعی واتفاقی ہے (شیعوں اور سنیوں دونوں کا ہے) کہ ایسا نہیں ہوا باقی کمی (یعنی قرآن کی کچھ آیتیں حذف ہوگئیں) سو ہمارے ہاں کے بعض لوگ (یعنی بعض شیعی مسلک رکھنے والے) اور عامہ یعنی سنیوں کے بعض حشویے سے اسکا دعویٰ منقول ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ کمی غلط ہے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ " ان علینا جمعہ " کی ذمہ داری جب خود خدا لے چکا ہے اور بالاتفاق شیعہ وسنی دونوں کے نزدیک یہ قرآن کی آیت ہے تو قرآن سے کسی چیز کے نکل جانے کے دعوے کے بعد آدمی مسلمان ہی کب باقی رہتا ہے بقول شیعی عالم علامہ طبرسی تواتر و توارث کی جس راہ سے قرآن مجید منتقل ہوتا ہوا چلا آرہا ہے اس کا مقابلہ بھلا یہ خود تراشیدہ افسانے کہاں تک کرسکتے ہیں۔

مغالطات | رہا روایتوں کا دوسرا حصہ جنہیں میں مغالطات کہتا ہوں دراصل انھیں کی طرف طبرسی نے اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ عامہ کے حشویہ یعنی اہل سنت کے محدثین میں بھی نقص کی بعض روایتیں پائی جاتی ہیں یعنی ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی بعض آیتیں جو پہلے قرآن میں شریک تھیں بعد کو حذف ہوگئیں لیکن ابھی آپ کو معلوم ہوگا کہ بجائے خود یہ روایتیں غلط نہیں ہیں بلکہ ان سے جو نتیجہ پیدا کیا گیا وہ بدبختی یا کم از کم غلط فہمی پر ضرور مبنی ہے بقدر ضرورت ان میں جو چیزیں قابل ذکر ہیں ان کا قصہ بھی سن لیجئے۔

اس سلسلہ میں مختلف نوعیت کی روایتیں ہیں۔ مثلاً

(۱) بعض روایتوں میں کسی غیر قرآنی حکم کا ذکر کرتے ہوئے اس قسم کے الفاظ یعنی

---

ؔ مقدمہ روح المعانی ص ۲۳ مضحکات میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے روح المعانی کے مقدمہ سے ماخوذ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



فی ما انزل من القرآن — یہ اسی سلسلہ اور راہ کی چیز ہے جس راہ سے قرآن نازل ہوا

جیسے الفاظ راوی نے بڑھا دیے ہیں اس کی مثال رضاعت والی روایت جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے الفاظ جس کے یہ ہیں، یعنی وہ فرماتی تھیں کہ

| | |
|---|---|
| فیما انزل من القرآن عشر رضاعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی صلی اللہ علیہ وسلم وہی فیما یقرء من القرآن | ان ہی باتوں میں جو اسی راہ سے نازل ہوئی ہیں جس راہ سے قرآن نازل ہوا، یہ حکم بھی تھا کہ دس گھونٹ یا دس دفعہ دودھ پینا حرام کر دیا ہے پھر منسوخ ہو گیا یہ حکم "پانچ مقررہ گھونٹ سے" اور وفات پا گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ حکم ان ہی باتوں میں شریک تھا جن میں قرآنی حکم شریک ہیں۔ |

واقعہ یہ ہے کہ بجز بخاری کے صحاح ستہ کی عام کتابوں میں یہ روایت پائی جاتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ فی ما انزل من القرآن یا فی ما یقرء من القرآن کے الفاظ سے یہ کیسے سمجھ لیا گیا کہ یہ قرآن کے اجزاء تھے تفصیل کا موقع نہیں مگر اجمالاً اتنی بات سے تو ہر پڑھا لکھا مسلمان واقف ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو احکام و قوانین امت کو عطا کیے جاتے تھے ان میں ایک سلسلہ تو ان احکام کا تھا جن کی تعلیم حق تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام آنحضرت صلعم کو دیا کرتے تھے اور دوسرا سلسلہ احکام ہی کا ایسا بھی تھا جن میں پیغمبر خود اپنے اجتہاد سے کام لیتے تھے اگرچہ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" کے لحاظ سے ہم دونوں کو وحی ہی سمجھتے ہیں، بہر حال ظاہر ہے کہ وحی کا وہ سلسلہ جو جبرئیل امین کی راہ سے جاری تھا وہ اپنی الگ نوعیت رکھتا تھا۔ پھر جبریل امین کی راہ سے جو چیزیں آرہی تھیں ہر ایک جانتا ہے کہ ان کی بھی دو قسمیں تھیں یعنی ایک تو قرآن اور قرآنی آیات کا سلسلہ، اور دوسرا سلسلہ جبریل امین ہی کے ذریعہ سے وہ بھی جاری تھا جو قرآن کا جز نہیں بنتا تھا گویا منطقی طور پر یوں کہہ لیجیے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کہ قرآن تو وہ ہے جو جبرئیل کے ذریعہ نازل ہوا لیکن ہر وہ چیز جو جبرئیل کے ذریعہ سے نازل ہوتی تھی اس کا قرآن ہونا ضروری نہ تھا آخر ایمان اسلام و احسان کے متعلق سوال و جواب کا قصہ بخاری وغیرہ میں ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اتاکم جبرئیل یعلمکم دینکم — تمہارے پاس جبرئیل آئے تھے تم کو تمہارا دین سکھانے کے لئے۔

ظاہر ہے کہ جبرئیل نے اس وقت جو کچھ دین کے متعلق سکھلایا تھا یقیناً وہ قرآن میں شریک نہیں کیا گیا اور یہی ایک روایت کیا اکثر چیزیں اسی قسم کی بتوسط جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں لیکن وہ قرآن میں شریک ہونے کے لئے نازل نہیں ہوئی تھیں اسی لئے قرآن میں شریک نہیں کی گئیں

اسی بنیاد پر فی ما انزل فی القرآن سے راوی کا مقصد یہ ہے کہ یہ مسئلہ آنحضرت صلعم کے اجتہادی مسائل میں سے نہ تھا بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ جس راہ سے قرآن نازل ہوا ہے اسی راہ سے یہ حکم بھی اللہ تعالیٰ کے رسول تک پہنچا تھا۔ اور یہ کہ قرآن کو جس راہ کی چیز سمجھ کر پڑھا جاتا ہے اسی راہ کی چیز یہ بھی ہے اور یہی معنی ہیں فیما یقرء من القرآن کے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ روایت وہ ہے جس میں رجم کا ذکر ہے یعنی شادی شدہ آدمی سے زناء کا صدور جب ہو تو سنگساری کا حکم اسلام میں جو دیا گیا ہے اس کے متعلق بخاری شریف میں ایک طویل حدیث اس سلسلے میں پائی جاتی ہے حاصل جس کا یہ ہے کہ حج کے موسم میں حضرت عمر کو اس کی خبر ملی کہ بعض لوگ ان کی وفات کے بعد خلافت کے متعلق کچھ منصوبے پہلے سے بنا رہے ہیں اور حضرت ابوبکر کے انتخاب پر کچھ اعتراض بھی کرتے ہیں، حضرت عمر نے پہلے تو چاہا کہ حج ہی کے موقعہ پر ایک تقریر کریں لیکن بعد کو رائے بدل گئی اور مدینہ پہنچ کر آپ نے جمعہ کے خطبہ میں ان ہی باتوں کا ذکر فرمایا جن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کا تذکرہ حج کے موقعہ پر کرنا چاہتے تھے، یہ بڑی طویل تقریر ہے جس میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں اسی میں ابوبکر صدیق کی خلافت کا بھی ذکر آپ نے فرمایا اور مسلمانوں کو اس کی وصیت کرتے ہوئے کہہ گیا کہ کھٹکا ہے آج ہوں کل نہ ہوں اس لئے چند ضروری باتوں کا اظہار ضروری خیال کرتا ہوں۔ اسی سلسلہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ رجم کا قانون اگرچہ قرآن میں نہیں پایا جاتا مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ

کان مما انزل اللہ — یہ قانون بھی ان ہی باتوں میں سے ہے جنھیں اللہ نے نازل فرمایا۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قانون کو ہم نے سیکھا پڑھا اور یاد کیا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل بھی کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اسی کے بعد آپ نے زور دے کر کہا کہ قرآن میں نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ یہ خدا کے نازل فرمودہ قوانین میں نہیں ہے بلکہ یہ خدا ہی کا برحق کیا ہوا واجب قانون ہے آخر میں فرمایا کہ بس چاہئے کہ مرد ہوں یا عورت شادی شدہ ہونے کے بعد جو بھی زنا کا ارتکاب کرے اور ثابت ہو جائے تو اس کو رجم (سنگسار) کیا جائے یہ عجیب بات ہے کہ اسی کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

انا کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ ان لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم

جس راہ کی چیز سمجھ کر کتاب اللہ (قرآن) کو ہم پڑھتے ہیں اسی سلسلے کی چیزوں میں ہم یہ بھی پڑھتے تھے کہ اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو، کیونکہ اپنے باپوں سے اعراض تمہارے لئے کفر ہے۔

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور حد سے تجاوز کر جاتے ہیں تم بھی میری تعریف میں اس قسم کے اطراء اور غلو سے کام نہ لینا میں نے اس دوسری بات کو عجیب بات اس لئے کہا کہ رجم کے متعلق تو



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



صرف "ما انزل اللہ" حضرت عمرؓ نے کہا تھا اگر یہ باتوں سے اعراض کرنے کے متعلق جو الفاظ آپ نے فرمائے اس میں کنا نقرء فیما نقراء من کتاب اللہ" کے الفاظ ہیں لیکن ان الفاظ کے متعلق مسلمانوں میں اس کا کسی نے بھی چرچا نہ کیا جیسا کہ رجم والے الفاظ کے متعلق پھیلا دیا گیا کہ پہلے وہ قرآن میں موجود تھے اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ قرآن سے الفاظ تو خارج کر دیے گئے لیکن قانون کو جیسا کہ سب جانتے ہیں قیامت تک کے لئے باقی رکھا گیا اور بس کرنے والوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ الفاظ کا ایک مجموعہ بھی بنایا گیا مدرسوں میں آج تک مشہور ہے کہا جاتا ہے کہ قرآن میں قانون رجم کے متعلق یہی الفاظ تھے الفاظ کا وہ مجموعہ یہ ہے ۔

الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما کوئی بڈھا اور بڈھی جب زنا کریں تو دونوں کو سنگسار کر دو۔

بعضوں میں "البتۃ" کے لفظ کا اضافہ بھی پایا جاتا ہے خدا کا شکر ہے کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں یہ الشیخ والشیخۃ والی روایت نہیں پائی جاتی بلکہ ابو داؤد ۔ ترمذی وغیرہ میں بھی نہیں ہے اس روایت کے راویوں کی حالت کیا ہے اس سے اگر قطع نظر بھی کر لیا جائے پھر بھی میں تو اس کو قرآن مجید کا گویا معجزہ ہی خیال کرتا ہوں کہ روایت کے الفاظ ہی سے اس قانون کی تردید ہو جاتی ہے جس کے لئے بتلانے والوں نے ان عجیب و غریب الفاظ کے مجموعہ کو بنایا ہے آپ سن چکے اور دنیا جانتی ہے حضرت عمرؓ کے الفاظ ابھی گذر رہے ہیں کہ "رجم کا قانون شادی شدہ مردوں اور عورتوں کے لئے ہی ہے مگر اب ذرا روایت کے ان الفاظ پر غور کیجئے الشیخ (بڈھا) الشیخۃ (بڈھی) ایسے الفاظ ہیں جن کے لئے ضروری نہیں کہ وہ شادی شدہ ہوں پھر نتیجہ کیا ہوا ایسے بڈھے اور بڈھی عورت جن کی شادی نہیں ہوئی ہو ان الفاظ کی بنیاد پر چاہئے کہ ارتکاب زناء کے جرم میں سنگسار کر دیے جائیں اور جوان مرد اور جوان عورت شادی شدہ ہی کیوں نہ ہوں چونکہ الشیخ اور الشیخۃ کے الفاظ ان پر صادق نہیں آتے اس لئے رجم کا قانون ان کے لئے باقی نہ رہا اور یہی کیا رجم اس روایت کی بنا پر صرف اسی زناء سے متعلق ہو گا، جب طرفین بڈھے اور بڈھی ہوں لیکن ایک طرف



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بڈھا اور دوسری طرف جوان یا بالعکس ہو تو اس پر بھی یہ قانون عائد نہ ہوگا اور سچی بات تو یہ ہے کہ شیخ تخت عربی زبان میں عمر کے جس حصہ کی تعبیر ہے، یہ عمر کا وہ زمانہ ہے جس میں عموماً جنسی خواہش کا ذکر کم کیا بلکہ بسا اوقات مفقود بلکہ حد نفرت کو بھی پہنچ جاتا ہے جوان عورت کے ساتھ تو ممکن ہے کوئی بڈھا مشغول ہو جائے یا بالعکس میں بھی امکان ہے مگر جب دونوں کھوس بوڑھے ہوں یعنی الشیخ والشیخۃ بن چکے ہوں تو زناء کے صدور کا امکان ہی کیا باقی رہتا ہے پس مطلب یہ ہوا کہ سرے سے رجم کا قانون ہی غیر عملی بن کر ان الفاظ کی بنیاد پر رہ جاتا ہے، رجم کے قانون کو ثابت کرنے کے لئے ایسے الفاظ کا انتخاب کیا گیا جس سے اس قانون کی بنیاد ہی منہدم ہو کر رہ گئی، میں لوگوں کو کیا کہوں، بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قانون رجم کا ذکر فرماتے ہوئے صاف صاف لفظوں میں فرماتے تھے کہ

ان ازید فی کتاب اللہ — میں اللہ کی کتاب میں اضافہ کرنے کا فعل کر دوں گا۔

یہ بھی فرماتے کہ اس کا خطرہ اگر نہ ہوتا تو قانون کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ قرآن کے کم از کم حاشیے پر اس کو لکھ دیا جاتا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کے متعلق کہہ رہے ہوں کہ قرآن میں اس کے داخل کرنے سے اضافہ ہوگا یعنی جو چیز قرآن کا جز نہیں ہے وہ قرآن کا جز بن جائے گی مگر لوگ ہیں کہ یہی کہتے جاتے ہیں کہ قرآن ہی کا جز رجم کا قانون تھا اور مغالطہ کس سے ہوا؟ صرف کان مما انزل اللہ کے الفاظ سے ہوا

---

لہ حقیقت یہ ہے کہ جلد (تازیانہ) کی قرآنی سزا جرم زناء کے متعلق قرآن میں نازل ہو چکی تھی اور اسی بناء پر آدمی کنوارا (غیر محصن) ہی کیوں نہ ہو اگر زناء کا مجرم ہوگا جلد (تازیانے) کی سزا کا مستحق وہ ہو جاتا ہے، مگر قدرتاً یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شادی شدہ یعنی محصن زناء سے بچانے والی چیز یعنی بیوی رکھتے ہوئے بھی اس جرم کا اگر مجرم ہو تو اس کا جرم اس کنوارے سے یقیناً زیادہ سخت ہے جو اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے ذریعہ (بیوی) سے محروم ہے گویا شادی شدہ (محصن) صرف زناء ہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ شرارت کا مرتکب ہے، اسی لئے صرف زناء کی جو سزا ہے یعنی تازیانے کی سزا سے زیادہ سخت سزا کا طالب خود اس کا جرم ہے زناء کے جرم سے زیادہ شادی شدہ آدمی کے اندر جو شرارت اور بے باکی کی کیفیت پائی جاتی ہے اسی کا اقتضاء یہ ہوا کہ اس کی سزا میں بھی سختی کا اضافہ کر دیا جائے۔ رجم اسی قدرتی اقتضاء کی تکمیل

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مگر آپ دیکھ چکے کہ ان الفاظ کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے آخر اسی روایت میں تو رغبت عن الآباء والے حکم کو بھی تو حضرت عمرؓ ہی نے اس سے بھی زیادہ تیز تر الفاظ یعنی ”کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ“ کے ذریعہ اپنے مطلب کو ادا کیا ہے لیکن اس کا چرچا لوگوں نے کیوں نہیں پھیلایا بڑے بڑے مولوی بھی شاید اس کا استحضار نہ رکھتے ہوں حالانکہ اس قسم کے الفاظ کا مطلب جو کچھ ہوتا ہے حضرت عمرؓ کے بیان کے اسی حصہ سے لوگوں کو سمجھنا چاہئے تھا میں کیا عرض کروں بیر معونہ میں حفاظ قرآن کی کافی تعداد جو کہتے ہیں جو شہید ہوئی حدیثوں میں اس قصہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت انسؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بےچارے بحالت غربت جو شہید ہوئے تو

| | |
|---|---|
| فاخبر جبرئیل علیہ السلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم لقوا ربھم فرضی عنھم وارضاھم | جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ حفاظ قرآن کی یہ جماعت اپنے پروردگار سے جا کر مل گئی ہیں اللہ ان سے راضی ہوا اور ان لوگوں کو خدا نے بھی خوش کر دیا۔ |

روایت کے بعض الفاظ میں ہے کہ خود ان شہید ہونے والے حفاظ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء قتل ہونے سے پہلے کی تھی کہ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہے۔ اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی جیسا کہ بخاری میں ہے فرمایا کرتے تھے کہ ”جلدتھا بالسنۃ رسول اللہ“ (یعنی محصن کی سزا رجم جو میں نے دی تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے) یک قرآن کے حکم پر اس کی بنیاد قائم ہے رہا یہ کہ قرآن میں خالص زنا ہی کا حکم کیوں اترا۔ اور زنا کے جرم میں احصان کی وجہ سے جو سختی پڑھ جاتی ہے اس حکم کو رسول اللہ کی سنت کے سپرد کیوں کر دیا گیا تو فنی نزاکتوں سے جو واقف ہیں اس کی مصلحت کو سمجھ سکتے ہیں جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے ۱۲۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اللھم بلغ عنا نبینا انا قد لقینا ک فرضینا عنک ورضیت عنا — اے اللہ ہمارے نبی کو مطلع کر دیجئے کہ آپ سے ہم مل گئے ہیں ہم آپ سے راضی اور خوش ہوتے اور آپ ہم سے راضی اور خوش ہوئے۔

اس روایت کا ذکر کر کے حضرت انس کہا کرتے تھے کہ ہم ان الفاظ کو یعنی ان شہداء کی دعاء کے ان الفاظ کو جس کی خبر جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ کو ملی تھی کنا نقرء یعنی پڑھا کرتے تھے لیکن نقرء کے لفظ سے بعضوں کو مغالطہ ہوا کہ شاید یہ بھی قرآن کا جزء تھا، حالانکہ اب دیکھ رہے ہیں کہ اس کی توضیح بھی وہی "دیما انزل من القرآن" یا کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ" کی ہے یعنی جبرئیل علیہ السلام کے توسط سے رسول اللہ تک یہ پہنچا تھا۔

(۲) مغالطات کے سلسلہ میں میرے نزدیک ایسی روایتیں بھی شامل ہیں جن میں صحابی نے کسی قرآنی آیت کا مضمون اور مطلب اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہوئے قرآن کی طرف اس مطلب کو منسوب کر دیا ہے ہم لوگ یعنی جن کی مادری زبان عربی نہیں ہے اردو میں قرآنی آیتوں کا مطلب بیان کرتے ہیں لیکن صحابہ ظاہر ہے کہ مطلب و معنی کو بھی عربی زبان ہی میں ادا کیا کرتے تھے بعضوں کو اسی سے مغالطہ ہو گیا کہ وہ ان تفسیری الفاظ کو بھی قرآن کا جز قرار دیتے تھے اس کی ایک اچھی مثال یہ روایت ہو سکتی ہے یعنی ایک صحابی نے بیان کیا کہ قرآن میں ہم نے پڑھا ہے کہ

لو کان لابن آدم وادیا من مال لا ابتغی الیہ ثانیا الحدیث — یعنی آدم کے بیٹے کے پاس ایک ندی برابر مال ہو تو چاہے گا دوسری ندی بھر بھی مال اس کو مل جائے آخر حدیث تک

اس میں شک نہیں کہ بجنسہ یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں لیکن

ان الانسان خلق ھلوعا — تھڑا انسان بڑا بے صبرا پیدا کیا گیا[۱]۔

(۱) حقیقت یہ ہے کہ "ھلوع" کا عربی لفظ جن مطالب پر مشتمل ہے بے صبرا کے لفظ سے وہ صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)



© rasailojaraid.com

قرآن کی مشہور آیت ہے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ ھلوع کا مطلب وہی ہے جسے صحابی نے مذکورۂ بالا الفاظ میں ادا کیا پھر اسی مضمون کو انھوں نے قرآن کی طرف منسوب کر کے اگر بیان کیا تو اس سے یہ کیسے سمجھ لیا گیا کہ ان کا خیال یہ تھا کہ بجنسہٖ یہی الفاظ قرآن میں پائے جاتے ہیں آخر روزمرہ کی یہ بات ہے کہ عام گفتگو میں وعظوں میں تقریروں میں لوگ مضمون بیان کر کے کہتے ہیں کہ ایسا قرآن میں آیا ہے لیکن یہ کتنی بڑی حماقت ہوگی اگر سننے والا قرآنی آیت کے حاصل مطلب کے بجنسہٖ ان ہی الفاظ کو قرآن میں تلاش کرنے لگے

(۳) مغالطہ کی اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ قرآن سناتے ہوئے بعض دفعہ صحابی بیچ میں تفسیر طلب الفاظ کی تفسیر بھی کرتے چلے جاتے تھے ہندوستانی علماء بھی بکثرت اس کام کو کرتے ہیں لیکن چونکہ ان کے تفسیری الفاظ اردو میں ہوتے ہیں اس لئے سب جانتے ہیں کہ درمیان کے الفاظ قرآنی الفاظ کی تفسیر سے تعلق رکھتے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا صحابہ کی مادری زبان بھی چونکہ وہی تھی جو قرآن کی زبان ہے اس سے بعضوں نے تفسیر کے ان عربی الفاظ سے یہ غلط نتیجہ اٹھانا چاہا اور مشہور کر دیا کہ فلاں صحابی قرآن کے ان الفاظ کے بعد ان چند الفاظ کا اور اضافہ بھی کرتے تھے حضرت ابی بن کعب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یہی صورت پیش آئی یعنی وہ سورۂ "البینۃ" سنا رہے تھے، جب قرآن کے الفاظ

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین — اور نہیں حکم دیا گیا ان کو، لیکن صرف اس کا کہ پوجے
لہ الدین حنفاء — چلے جائیں اللہ کو دین کو اسی اللہ کے لئے خالص بنا کر

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جب تک سطر و سطر میں ان کی تشریح نہ کی جاتی۔ مجھے اس موقعہ پر ایک لطیفہ کا خیال آیا کہ مولوی مرحوم علی بہوگی مرحوم کا ایک مشہور شعر ہے کہ "خدا فرما چکا قرآن کے اندر — مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر" ایک فقیر اسی شعر کو گا گا کر بھیک مانگ رہا تھا جو وہیں سے گذرے ہم رہ سکتے بولے کہ قرآن میں یہ کہاں ہے میں نے عرض کیا کہ بھائی یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ" (اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو) اس کا مطلب یہی تو ہے مگر وہ یہی کہتے رہے "مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر" ان الفاظ کو قرآن میں بتاؤ۔ مناظر احسن ۱۲

© rasailojaraid.com



بالکلیہ اسی کی طرف جھکتے ہوئے۔

پر پہنچے تو "مخلصین لہ الدین" یعنی دین کو اللہ کے لئے خالص بنانے کا مطلب سمجھانے لگے جس کا حاصل یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی مبارک اور اس کی خوشنودی کا حاصل کرنا ہی الدین اور مذہب کا صحیح اور خالص نشا ہے باقی بعض لوگ جیسے رنگ نسل وطن زبان وغیرہ کو فرقہ داری دھڑا بندیوں کا آلہ بنا لیتے ہیں اسی طرح ایک طریقہ تقسیم کا کبھی دین اور مذہب کو بنا لیا جاتا ہے بجائے رضاء حق کے قومی تعمیر کا صرف ایک ذریعہ مذہب رہ جاتا ہے اس زمانے میں یہودیت نصرانیت مجوسیت وغیرہ مذاہب مرضی حق تک پہنچنے کا نہیں بلکہ قومی تشخصیت کے ابھارنے کے ذرائع بنے ہوئے تھے اسی توضیحی وتفسیری مطلب کو عربی زبان میں حضرت ابی بن کعب نے ان الفاظ میں ادا کیا کہ

| | |
|---|---|
| ان الدین عند اللہ الحنیفیۃ المسلمۃ لا الیہودیۃ ولا النصرانیۃ ولا المجوسیۃ | دین خدا کے نزدیک وہی معتبر ہے جس میں حنفیت (یعنی خدا کی طرف یکسوئی کی گرویدگی جو حنفاء کا مطلب ہے) اسلامیہ ہوئی یعنی اپنے آپ کو بالکلیہ خدا کے سپرد کر دیا جائے) یہ یہودیت نہ نصرانیت نہ مجوسیت (یعنی صرف ان مذہبی اقوام کی تقسیم کا نام مذہب کو بنا نا یہ دین کا خلاصہ نہیں ہے) |

مسند احمد کے حوالہ سے جمع الفوائد میں نقل کیا ہے کہ ان الفاظ کو کہنے کے بعد

| | |
|---|---|
| ثم ختم ما بقی من السورۃ | پھر ابی نے ان الفاظ کے بعد سورۃ البینۃ کو ختم کیا |

بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ درمیان کے تفسیری الفاظ کو فرمانے کے بعد حضرت ابی بن کعب نے سورہ کو ختم کیا اور خود کی صورت کل یہی ہے آپ ہی بتائیے کہ مغالطے کے سوا اس کو اور کیا کہا جا سکتا ہے اگر حضرت ابی کے ان تفسیری الفاظ کے متعلق محض اس لئے کہ وہ عربی زبان کے الفاظ ہیں یہ وسوسہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دلوں میں کوئی ڈالے کہ ابی بن کعب کے نزدیک قرآن ہی کے اجزاء (العیاذ باللہ) یہ الفاظ تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ عربی زبان سے تھوڑا بہت بھی لگاؤ جو رکھتا ہے سننے کے ساتھ ہی سمجھ سکتا ہے۔ کہ زلفیت میں یہ ٹاٹ کا پیوند بن جائے گا، اگر خدانخواستہ حماقت سے یہ سمجھ جائے یہ قرآنی الفاظ ہیں ان ساری روایتوں کے الفاظ کا یہی حال ہے وہ خود بے جا بے پکار رہے ہیں کہ قرآنی عبارۃ سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا،

(۳) اسی سلسلہ کی بعض غیر مستند تاریخی روایتوں میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ

| | |
|---|---|
| ان ابن مسعود کان ینکر کون سورۃ الفاتحۃ والمعوذتین من القرآن (تبیان الجزائری ص۹۶) | حضرت ابن مسعود صحابی سورۃ فاتحہ یعنی الحمد اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق والی سورتوں کے متعلق کہتے تھے کہ یہ قرآن کے اجزا نہیں ہیں |

بالفرض ابن مسعودؓ کی طرف مان لیا جائے کہ یہ انتساب صحیح بھی ہو اور قرآن میں جو تواتر کی قوت پائی جاتی ہے اس کا مقابلہ یہ تاریخی روایت فرض کر لیجئے کہ کر بھی سکتی ہو جب بھی کیا اس کا وہی مطلب ہے جو ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے واقعہ یہ ہے کہ سورہ فاتحہ جس کا قرآنی نام السبع المثانیؔ ہے قرآن میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے

| | |
|---|---|
| ولقد اتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم | ہم نے تم کو اے پیغمبر، سبع مثانی (یعنی سورہ فاتحہ دی) اور قرآن عظیم دیا۔ |

---

لہ سبع کے معنی سات ہیں اور مثانی ایسی چیز کی تعبیر ہے جو دو دو دفعہ دہرائی جائے چونکہ سورہ فاتحہ سات آیتوں پر مشتمل ہے اور اس کی خواندگی کا قانونی دستور یعنی نماز میں پڑھنے کا یہی ہے کہ کم از کم دو دفعہ دربار الٰہی میں دہرائی جائے اسی لئے ابتداء یعنی ایک رکعت کی نماز ممنوع ہے مثانی کہنے کی وجہ یہی ہے ۱۲۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی حقیقت "القرآن العظیم" کے مقابلہ میں جُدا رنگ رکھتی ہے جس کی وجہ ظاہر بھی ہے کہ سورۂ فاتحہ کی حیثیت درخواست کی ہے جو خدا کے دربار کی حاضری کے وقت یعنی نماز میں بندہ کی طرف سے خدا کی بارگاہ میں پیش ہوتی ہے اور الحمد سے والناس تک اسی کا جواب دیا گیا ہے۔ ابن مسعودؓ نے بھی اگر اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ فرمادیا ہو کہ سورۂ فاتحہ "القرآن العظیم" سے الگ حیثیت رکھتی ہے تو اس کا مطلب یہ لینا کیسے صحیح ہوگا کہ سورۂ فاتحہ کے الفاظ کی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح نہیں ہوئی تھی جیسے باقی قرآن کی وحی ہوئی ہے۔

انھیں روایتوں میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے

انما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتعوذ بھما

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ان دونوں سے تعوذ (پناہ گیری) کا کام لیا جائے

مطلب یہ تھا کہ ان سورتوں کا نزول تعوذ (پناہ گیری) کے لئے ہوا ہے اس لئے دوسری سورتوں کے مقابلہ میں ان کی جداگانہ حیثیت تھی میرے نزدیک تو ان الفاظ سے معوذتین کی اہمیت کو ابن مسعودؓ واضح کرنا چاہتے تھے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ کسی قسم کی مصیبت دنیا میں پیش ہو ان دونوں سورتوں کے مضامین پر غور کرنے سے تسلی مل جاتی ہے بہرحال اگر ان روایتوں کی تاریخی ضعف اور اسنادی کمزوریوں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے جب بھی ابن مسعودؓ کے اس بیان کا یہ مطلب لینا کہ وہ ان سورتوں کو حق تعالیٰ کے فرمودہ اور نازل کردہ الفاظ نہیں سمجھتے تھے قطعاً ان پر بہتان ہیں اور بدترین قسم کی مغالطہ بازی ہے کیا کسی حیثیت سے بھی کسی کی سمجھ میں یہ بات آ سکتی ہے کہ کوئی اور سورہ نہیں بلکہ

---

۱؎ سندی حالت اس روایت کی جو کچھ ہے یہ مسئلہ اور سورہ فاتحہ و معوذتین جن خصوصی حقائق و معارف پر مشتمل ہیں حضرت الاستاذ گیلانی کی کتاب اور ان کے تفسیری محاضرات میں آپ کو اس کی پوری تفصیل مل سکتی ہے ۱۲۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سورۂ فاتحہ جیسی سورہ جو نماز کی ہر رکعت میں دن کے پانچ وقتوں میں دہرائی جاتی ہے اسی کو سمجھتے تھے کہ قرآن کا جزء نہیں ہے۔ کچھ اسی قسم کا مغالطہ حضرت ابی بن کعب صحابی کی طرف اسی نسبت کے متعلق ہوا جس میں یہ ہے کہ ان کے قرآنی نسخہ میں وہ دونوں دعائیں جو قنوت میں عموماً پڑھی جاتی ہیں لکھی ہوئی تھیں اسی بناء پر یہ غلط فہمی پھیلانے کی بھی بعضوں نے کوشش کی کہ ان دعاؤں کو ابی بن کعب قرآن کے اندر داخل سمجھتے تھے یعنی جیسے دوسری قرآنی سورتیں ہیں اسی طرح دو سورتیں قرآن کی یہ دونوں دعائیں بھی ہیں۔

آج بھی تو قرآن کے آخر میں مختلف قسم کی دعائیں خصوصاً ختم قرآن کی دعاء عموماً لکھی ہوئی رہتی ہے کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ دعائیں قرآن میں شریک ہیں اگر روایت صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اہمیت کی وجہ سے ابی ابن کعب نے اپنے قرآن کے آخر میں ان دونوں مسنونہ دعاؤں کو لکھ لیا ہوگا اور سچ تو یہ ہے کہ روایت ہی بے سر و پا ہے میں نے بھی اس کا ذکر صرف تکمیل مضمون کے لئے کر دیا ورنہ یہ روایت تو اس قابل بھی نہیں ہے کہ ایک سنجیدہ آدمی اس کا ذکر کرے

ایک ذیلی بحث اور خاتمہ:-

مقصد یہ ہے کہ قرآن تو خیر خدا کی کتاب ہے ہم دیکھتے ہیں کہ انسانوں کی تصنیف کردہ کتابوں مثلاً سعدی کی گلستاں ہی کو لیجئے یا اسی جیسی کوئی دوسری کتاب ان کے پڑھنے والوں کو کبھی نہیں دیکھا کہ پڑھنے سے پہلے وہ اس کی ٹوہ میں لگے ہوں کہ مصنف نے کتاب کے کس باب کو پہلے لکھا اور کس کو بعد میں یا ہر باب کی فصلوں کی عبارتوں میں کس عبارت کی یادداشت پہلے جمع ہوئی اور کس کی بعد میں بلکہ عام قاعدہ یہی ہے کہ مصنف کی طرف سے کتاب پڑھنے والوں کے سامنے جس شکل میں پیش ہوتی ہے اسی آخری شکل کو کتاب کی واقعی شکل قرار دے کر لوگ پڑھنا پڑھانا شروع کر دیتے ہیں

(باقی آئندہ)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



# قدرتی نظام اجتماع

(از جناب مولوی محمد ظفیر الدین صاحب پورہ نوڈیہاوی استاد دارالعلوم معینیہ)

(۲)

ان حدیثوں سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جماعت کی نماز کی بہت سخت تاکید ہوئی ہے اس راہ میں مشقت و دقت کی پرواہ نہ کرنا چاہئے، تاآنکہ بیمار وغیرہ جیسے معذورین کے لئے مسجد پہنچنا ممکن ہو تو اس کے لئے بھی مستحب ہے کہ مسجد ہی آئے۔ ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی آپ تارک جماعت کو جلا مارڈالتے اگر آپ کو عورتوں اور چھوٹے بچوں کا خیال نہ ہوتا (مشکوٰۃ باب الجماعۃ)

جو لوگ اذان سنتے ہیں پھر بھی جماعت کی نماز کے لئے مسجد میں حاضری نہیں دیتے ان کے متعلق تہدیداً یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ان کی نماز ہی قبول نہیں ہوتی مگر یہ اس وقت جب اس کو کوئی عذر درپیش نہ ہو (ابوداؤد)

نظم جماعت میدان کارزار میں

یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام یجان ودل جماعت کی نماز پر فدا تھے جان سے بڑھ کر پیاری اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟ گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے، میدانِ کارزار گرم ہے اور گردنیں کٹ کٹ کر گر رہی ہیں مگر اس وقت بھی اس دینی شیرازہ بندی کے توڑنے کی اجازت نہیں ملتی ہے بلکہ وہاں بھی سب حتی الوسع ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور ممکن حد تک نباہنے کی سعی کرتے ہیں



© rasailojaraid.com